لندن: زیرزمین ریل کی 150 سالہ تقریبات اور اپنی ریلوے

تحریر: سہیل احمد لون

گزشتہ دنوں برطانیہ کے شہر لندن میں لندن زیر زمین ریل گاڑی کی 150 ویں سالگرہ بڑے زور وشور سے منائی گئی۔ 1812ء میں امریکی انجینئر اولیور ایونز نے بھاپ کی مدد سے چلنے والا انجن متعارف کروایا جو لوہے کی پٹریوں پر چلنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ امریکہ میں ہونے والی خانہ جنگی کے باعث اس کا منصوبہ پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔ اس سوچ کو مزید آگے بڑھانے کے لیے برطانیہ جس کا سورج اُس وقت غروب نہیں ہوتا تھا۔ اس کے ایک صنعت کار ولیم جیمز نے کوئلے سے چلنے والی گاڑی کا منصوبہ پیش کیا جسے باقاعدہ عمل شکل دینے کا سہرہ برطانیہ کے جارج اسٹیفن سنز کے سر ہے۔ اسی وجہ سے اس کو ریل کا موجد بھی کہا جاتا ہے۔ 15 ستمبر 1830ء کو پہلی مال بردار اور مسافر گاڑی مانچسٹر سے لیور پول روانہ ہوئی۔ 1850ء تک برطانیہ کے تمام بڑے شہروں میں ریلوے کا نظام متعارف کروایا دیا گیا تھا۔ 8 جنوری 1863ء کو دنیا کی پہلی زیر زمین ریل گاڑی لندن میں چلائی گئی۔ اس کے بعد ترکی کے شہر استنبول میں زیر زمین ریل کو متعارف کروایا گیا۔ آج دنیا کے بیشتر ممالک کے بڑے شہروں میں زیر زمین ریل گاڑی اہم ترین ضرورت سمجھی جاتی ہے۔ 8 جنوری 2013ء کو لندن میں زیر زمین ریل گاڑی کی 150 ویں سالگرہ پر لندن کے میئر بورس جانسن سمیت اہم سیاسی اور سماجی شخصیات موجود تھیں۔ لندن کے میئر بھی ان چند خوش نصیبوں میں شامل تھے جنہوں نے اس دن پرانے طرز کی گاڑی جسے چلانے کے لیے بھاپ کی مدد سے چلنے والا انجن استعمال کیا گیا تھا باقاعدہ ٹکٹ لے کر سفر کیا۔ جو انجن پرانی طرز کے ڈبوں کو کھینچ رہا تھا وہ 1898ء میں بنایا گیا تھا اور آج بھی 20 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے کامیابی سے منزل کی طرف رواں تھا۔ اس موقع پر رائل میل نے زیر زمین ریل کی 150 ویں سالگرہ کے اعزاز میں خصوصی ڈاک ٹکٹ جاری کرنے کا بھی اعلان کیا۔ جدید دور میں چھک چھک کرتی دھواں چھوڑتی گاڑی جب لوگوں کی نظروں کے سامنے سے گزری تو وہ حیرت اور خوشی کے ملے جلے احساس سے ہاتھ ہلا کر اپنے جذبات کا اظہار کرتے نظر آئے۔ لندن کی زیر زمین ریل سروس کی کامیابی کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے آج سے ڈیڑھ سو برس قبل Paddington سے Farrington زیر زمین ریل کا آغاز کیا گیا تھا۔ آج اس کا جال پورے لندن میں پھیل چکا ہے۔ مختلف ریلوے ٹریک زیر زمین بچھائے گئے ہیں جن میں سب سے لمبا ٹریک 34 میل لمبا ہے۔ صبح 9.30 کے بعد 3.50 میں لندن کے کسی ایک کونے سے دوسرے کونے کا سفر منٹوں میں طے کیا جاسکتا ہے۔ عوام کو زیر زمین سفری سہولت کا معیار اتنا بلند رکھا گیا ہے کہ زیر زمین ریل سے سفر کرنے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس وقت تقریباً 2 لاکھ افراد یومیہ زیر زمین ریل سروس سے مستفید ہو رہے ہیں۔ برطانوی حکومت عوام کے لیے سفری سہولتیں مزید بہتر کرنے میں کوشاں ہے۔ زیر زمین ریل سروس کے علاوہ لندن میں ٹرام سروس، اوور گراؤنڈ ریل سروس بھی شامل ہے اس کے ساتھ لندن کی پہچان "ڈبل ڈیکر بسیں" بھی عوام کو سفری سہولتیں مہیا کر رہی ہیں۔ برطانیہ سمیت اکثر ممالک میں ریلوے کے نظام کو بہتر سے بہترین بنانے کی صدق دل سے کوشش کی جاتی ہے۔ زیر زمین ریل کا سلسلہ برطانیہ سے شروع ہو کر دنیا میں تیزی سے پھیلا اور مقبول ہو

گیا۔ برطانیہ کے Dover کو فرانس کے Calais سے ملانے کے لیے زیر سمندر 50.5 کلومیٹر لمبی سرنگ بھی بنائی گئی جس کا افتتاح برطانیہ کی ملکہ اور فرانس کے صدر متراں نے مل کر 1994ء میں کیا۔ برطانیہ کی ہائی سپیڈ ٹرین EURO STAR اسی سرنگ سے یورپ اور برطانیہ کا سفر طے کرتی ہے۔ زیر سمندر ریل کے لیے استعمال ہونے والی دنیا کی سب سے لمبی سرنگ جاپان میں ہے جس کا نام SEIKAM TUNNEL ہے اور اس کی لمبائی 53.85 کلومیٹر ہے۔ جاپان سمیت دنیا کے دیگر ترقی یافتہ ممالک میں بلٹ ٹرین بھی متعارف کروائی جا چکی ہے۔ وطن عزیز میں بلٹ ٹرین کا دیدار کسی کو نصیب ہو نہ ہو مگر بلٹ پروف گاڑیاں، کنٹینرز اور سٹیج سیاسی شعبدہ بازی میں استعمال ہوتے عام نظر آتے ہیں۔ جرمنی کے شہر برلن نے چند برس قبل یورپ کا جدید ترین ریلوے سٹیشن متعارف کروایا جس میں شیشے کا بہت زیادہ استعمال کیا گیا ہے۔ لندن زیر زمین ریل کی ڈیڑھ سو سالہ تقریب میں آنے والے وقتوں میں عوام کے لیے مزید بہتر سفری سہولتیں مہیا کرنے کا وعدہ کیا گیا۔ پاکستان میں سب سے بہترین ریلوے سٹیشن لاہور کا ہے جو برطانوی دور میں تعمیر کیا گیا تھا۔ خدا بھلا کرے گوروں کا جنہوں نے 16 اپریل 1852 کو برصغیر میں ریل سروس کا آغاز کر دیا تھا۔ انہوں نے اپنے تسلط کے دوران یہاں ریلوے کا وسیع نیٹ ورک بچھایا جس کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قیام پاکستان کے وقت تقریباً 8122 کلومیٹر ریلوے لائن وطن عزیز کے حصے میں آئی۔ بد قسمتی سے آج بھی 7500 کلومیٹر ہی قابل استعمال ہے۔ مغلپورہ لاہور کی ورکشاپ کو اس وقت ایشیاء کی سب سے بڑی ورکشاپ ہونے کا بھی اعزاز حاصل تھا۔ ہمارے ساتھ آزادی پانے والے ہمسایہ ملک بھارت کی ریلوے نے انگریزوں کے بچھائے ہوئے ریلوے لائن کے جال کا بھرپور فائدہ اٹھایا۔ آج وہاں زیر زمین ریل اور ٹرام کی سہولتیں بھی میسر ہیں۔ بھارتی ریلوے انتہائی منافع بخش ہے۔ اس کے باوجود وہاں کرپشن کے خلاف انا ہزارے بغیر کسی بلٹ پروف کنٹینر کے سینہ تان لیتا ہے۔ اپنے مطالبات منوانے کے لیے معصوم بچوں اور عورتوں کا سہارا نہیں لیتا۔ خود بھوک ہڑتال کرتا ہے، عوام کے درمیان بیٹھتا ہے۔ مگر بد قسمتی سے وطن عزیز میں لوگوں کے جذبات سے کھیلنے کے لیے مذہب کا استعمال کیا جاتا ہے۔ کرپشن مافیہ نے عوام کی ہر دل عزیز سواری ریل کا بیڑہ غرق کر دیا ہے۔ ریلوے کے وفاقی وزیر کی بصیرت کا یہ عالم ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جہاں ریل گاڑی نہیں چلتی وہاں بھی تو ملک چلتے ہیں اس کے لیے افغانستان کا نام بھی لیا گیا۔ گوشت، سی این جی کا ناغہ تو ہوتا ہی تھا اب کئی سیکٹرز میں ریل گاڑیوں کا ناغہ بھی ہوتا ہے۔ کرپشن تو ہر ادارے میں ہی عروج پر ہے مگر ریلوے کسی سے کم نہیں جہاں ریلوے ٹریک، تانبے سے بھری مال گاڑی کا ڈبہ، ریلوے لائن کے ساتھ لگی کھمبوں سے تاریں اور انجن تک چوری ہو چکے ہیں۔ اب کرپشن کے اژدھا ریلوے کے اثاثے ہڑپ کرنے کے چکر میں ہے۔ میڈیا کو عوامی مسائل کے ساتھ ریلوے کے اثاثوں پر بھی نظر رکھنی ہوگی۔ اگر ریل کے نظام کو کرپشن اور ٹرانسپورٹ مافیا سے نہ بچایا گیا تو پھر اس کے اثرات پاکستان سماج پر بہت برے ہونگے۔ دنیا کے بیشتر ممالک میں ریل کے نظام کو منافع کی غرض سے نہیں بلکہ عوامی اور سماجی خدمت کا ادارے سمجھا جاتا ہے۔ پاکستانی عوام کی سفری مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے ریل کے نظام کو بچانے کی عملی کوشش ناگزیر ہو چکی ہے۔ لندن میں 1898ء کا بنا ہوا بھاپ کی مدد سے چلنے والا انجن زیر زمین ریل کی ڈیڑھ سو سالہ تقریب میں کامیابی سے ریلوے لائن پر بھاگ کر یہ ثابت کر رہا ہے کہ Maintanance ٹھیک طرح سے کی جائے تو انجن بھی گھوڑے اور "مرد" کی طرح کبھی "بوڑھا" نہیں ہوتا۔ اگر اب بھی

ریلوے کو مکمل تباہی سے بچانے کے لیے مثبت اقدام نہ کیے گئے تو آنے والے دنوں میں ہم ریلوے کی زیرزمین ہونے کی برسی منارہے ہونگے۔اور آنے والی نسلیں اپنے بچوں کو تصویر دیکھا کر کہیں گی کہ جہاں آج ۔۔۔۔ ہے کسی زمانے میں ایشیاء کا سب سے بڑا ریلوے اسٹیشن ہوا کرتا تھا۔

تحریر: سہیل احمد لون
سربٹن-سرے
sohailloun@gmail.com

19-01-2013.